محمد اسلم الوری

فرید العصر حضرت پیر سید ولی محمد شاہ المعروف

حضرت چادر والی سرکار رحمۃ اللہ علیہ
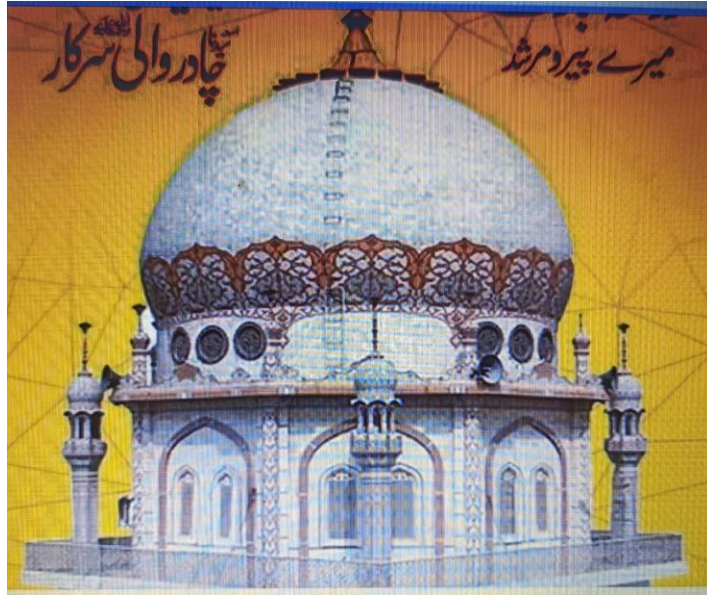
حضرت سید ولی محمد شاہ المعروف چادر والی سرکارؒ روحانی افلاس کے اس دور میں اللہ کی ایسی برہان تھے جنہیں دیکھ کر خود بخود زبان پر ذکر خدا جاری ہو جاتا۔ ان سے مل کر صحابہ کرام اور اولیائے متقدمین کی تقویٰ وللّٰہیت سے بھرپور محیر العقول زندگیوں پر قلب کی گہرائیوں سے یقین کرنے کو جی چاہتا تھا۔ صبر ورضا زہد واستغنا, جود وعطا, تقویٰ وپرہیز گاری, ریاضت ونفس کشی, دنیا سے بے رغبتی, ایثار واخلاص, عجز وانکسار, خشیت الٰہی اور حب مصطفائی کے اوصاف حمیدہ کی حامل یہ شخصیت ہمارے صدیوں پر محیط عظیم روحانی ورثہ کی حقیقی امین تھی۔

ولادت باسعادت

آپ نے 1923ء میں تحصیل شاہ آباد کے موضع دوسین شریف ضلع کرنال(بھارت) کے ایک ممتاز دینی وروحانی گھرانے میں آنکھ کھولی۔ والد محترم سید رحیم بخشؒ اپنے وقت کے معروف صوفی بزرگ تھے۔ شہید ملت نوابزادہ لیاقت علی خان کے والد نواب رستم علی خاں جیسی شخصیات آپ کے حلقہ ارادت میں شامل تھیں۔ پیر سید فرزند علی شاہؒ,سید عبدالقادر اجرولؒ والے,ابوصالح چشتی,سید معصوم علی شاہؒ اور حضرت سید میراں بھیکؒ جیسی باکمال شخصیات آپ کے خانوادے کے وہ چشم وچراغ ہیں جن کے ذکر خیر سے تاریخ کی کتب بھری پڑی ہیں حضرت چادر والی سرکارؒ کو فیاض قدرت نے ابتداءہی سے اپنی محبت کا ذوق وشوق عطا کیا تھا۔ آپ مادر زادولی تھے۔ روحانی فیوض وبرکات اور باطنی کمالات آپ کو وراثت میں ملے تھے آپ کے برادر بزرگ سید امیر احمد شاہ صاحب بیان کرتے ہیں:

"آپ کی ولادت کے کچھ ہی دیر بعد دروازے پر دستک ہوئی۔ ابا حضور باہر تشریف لے گئے تو ایک متشرع فقیر کو دیکھا جنہیں اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا گیا تھا۔ نووارد نے کہا مجھے ہاتف غیبی نے نومولود کا نام سید ولی محمد بتایا ہے اور یہ بچہ اسم با مسمیٰ ہوگا۔ پوچھنے پر بتایا کہ میں اپنے علاقے کا قطب ہوں اور بچے کا نام رکھنے آیا تھا۔ سید امیر شاہ صاحب کہتے ہیں کہ درویش دروازے پر ہی غائب ہوگیا اور پھر کبھی نظر نہیں آیا" اس واقعہ کا ذکر خود چادر والی سرکارؒ فرمایا کرتے تھے۔

تعلیم وتربیت

آپ نے علوم دینیہ کے ساتھ شاہ آباد(بھارت) میں میٹرک تک باقاعدہ تعلیم حاصل کی۔ قرات ومناظرہ میں حافظ قاری نور احمدؒ پانی پتی آپ کے استاد تھے کبھی کبھی پانی پتی لہجے میں اس خوبصورت انداز میں قران پاک پڑھتے کہ سامعین پر وجد طاری ہوجاتا۔ دورہ حدیث وتفسیر میں آپ نے ضلع کرنال کے مشہور عالم پیر احمد سلامؒ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا جبکہ دیگر علوم کی تکمیل آپ نے مولانا بدرالاسلامؒ سے کی۔ پیر احمد سلامؒ کے متعلق فرمایا کرتے تھے وہ پیر بھی تھے حکیم بھی,محدث بھی تھے,مفسر بھی.مجھے خدا نے ایسا استاد دیا جس کا ثانی پورے کرنال میں نہ تھا۔

بیعت وارشاد

آپ کے آباءاجداد سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ کے اکابرین میں سے تھے لیکن آپ نے ایک رات خواب میں حضور قبلہ عالم امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوریؒ کو دیکھا اور بے چین ہوگئے۔ غائبانہ محبت نے بے بس کردیا بے خودی کے عالم میں تلاش یار

میں نکل کھڑے ہوئے۔ کرنال سے سفر کر کے علی پور سیداں پہنچے حضرت امیر ملتؒ پہلے سے آپ کے منتظر تھے آپ نے ان کے دست حق پرست پر نقشبندی مجددی سلسلے میں شرف بیعت حاصل کیا۔

درس و تدریس

دینی و دنیوی تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے مسلم ہائی سکول انبالہ میں بطور عربی ٹیچر اپنی تدریسی زندگی کا آغاز کیا۔ دوران پیریڈ کمرہ جماعت میں بالکل نہ بیٹھتے بلکہ کھڑے ہو کر پڑھاتے۔ اپنی تنخواہ کا بیشتر حصہ یتیم و نادار طلباء میں تقسیم فرما دیتے۔ تمام اساتذہ آپ کی بہت عزت کرتے تھے ہیڈ ماسٹر اور دیگر اساتذہ اکثر آپ سے دعا کے خواستگار ہوتے۔

خطابت

شاہ آباد میں مخدوم صاحب والی مسجد میں آپ نے عوام کے بے پناہ اصرار پر خطابت کے فرائض انجام دینا شروع کئے۔ آپ فی سبیل اللہ جمعہ پڑھاتے خطبہ دیتے۔ وعظ و تقریر کا کبھی کسی سے معاوضہ نہیں لیا۔ اپنی جیب سے کرایہ خرچ کر کے جلسہ گاہ میں پہنچتے ۔ شرکاء اور تنظیموں کو نقدی اور مٹھائی سے نوازتے اور تبرک بھی سب آدمیوں کے برابر لیتے۔ تقسیم ہند تک آپ اسی طرح خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ تقسیم ہند کے وقت بستی کے دیگر خاندانوں کے ساتھ آپ نے بھی سنت نبوی پر عمل کرتے ہوئے ہجرت فرمائی اور مدینتہ الاولیاء ملتان کو اپنا مسکن بنایا۔ پہلے اندرون پاک گیٹ ایک چوبارے پر رہائش تھی۔ بعد ازاں ستر کی دہائی میں مریدین کی سہولت کے لئے حسن پروانہ کالونی میں منتقل ہو گئے۔

اوائل عمر میں کرامات کا ظہور

دنیا سے بے رغبتی اور عزلت نشینی بچپن ہی سے آپ کی طبیعت کا حصہ بن گئے تھے۔ ذکر خداوندی میں انہماک و استغراق سن شعور ہی سے آپ کی پہچان بن چکا تھا۔ خود فرماتے تھے۔ ''میں نے بچپن ہی سے چادر لے رکھی ہے۔ کبھی کسی کے ساتھ دنگا فساد نہیں کیا۔ نا کسی کے ساتھ کھیلا سکول میں بھی میرے استادوں نے ڈرل کا پیریڈ مجھ پر معاف کر رکھا تھا۔ اوائل عمر ہی سے شرم و حیاء کا پیکر تھے۔ سکول میں بھی چادر اوڑھ کر جاتے ایک مرتبہ اسی حال میں کلاس روم میں تشریف فرما تھے کہ انسپکٹر آف سکولز دورے پر آ نکلا, معائنے کے دوران اس نے کلاس ٹیچر سے دریافت کیا کہ آپ نے کلاس میں لڑکی بٹھائی ہوئی ہے؟ اس پر استاد نے اس محو حیرت انسپکٹر سے کہا نہیں جناب یہ لڑکا حیاء کے سبب چادر اوڑھے رکھتا ہے۔ آپ کے آبائی گاؤں شاہ آباد کے بزرگ اور آپ کے بچپن کے دوست آپ کی ابتدائی زندگی کے عجیب و غریب واقعات بیان کرتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ایام طفولیت ہی سے آپ عوام الناس کی توجہ کا مرکز بن چکے تھے۔

فنافی الشیخ

حضرت چادر والی سرکارؒ کو اپنے مرشد کریم حضور قبلہ عالمؒ امیر ملت پیر جماعت علی شاہؒ محدث علی پوری سے بے پناہ محبت تھی آپ فنافی الشیخ کے مقام سے آشنا تھے۔ خود فرمایا کرتے تھے:

"" جب حضور قبلہ عالم کے عشق کا غلبہ ہوتا تو میں گاڑی کا انتظار نا کرتا اور شاہ آباد سے پیدل چل کر انبالہ پہنچتا اور یہاں سے گاڑی میں سیالکوٹ پہنچ جاتا۔ ایک دفعہ میں علی پور سیداں امیر ملتؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کئی دن قیام کے بعد حضور قبلہ عالمؒ سے اجازت لے کر واپس کرنال روانہ ہوا۔ سیالکوٹ سے لاہور اور لاہور سے امر تسر پہنچا تو طبیعت مچل گئی۔ روح بے قرار ہو گئی آتش فراق اس قدر بڑھی کہ مجھ سے برداشت نہ ہوا قدم آگے بڑھانے کی ہمت نا رہی۔ آخر کار امر تسر سے ہی لاہور کا ٹکٹ لیا اور یہاں سے نارووال کے راستے واپس علی پور سیداں پہنچ گیا"

معاشرتی زندگی

خوراک اور رہن سہن انتہائی سادہ تھا۔ بس عام سے لوگوں کی طرح زندگی بسر کرتے۔ پیری مریدی کے مروجہ طریقوں کے خوگر نہ تھے اور نا ہی کسی مخصوص رنگ و نشانی کے روادار۔ مجمع عام میں کوئی جلدی سے پہچان بھی نہ پاتا۔ عجز و انکساری کا یہ عالم کہ خود کو مری ہوئی کیڑی سے تشبیہ دیتے۔ آنے والوں کی سہولت و تربیت کے لئے برامدے ہی میں دروازے پر ایک تختی آویزاں تھی جس پر یہ ہدایت درج تھی "کوئی صاحب میرے آنے پر کھڑے نہ ہوں"۔ نماز باجماعت کا سختی سے اہتمام تھا۔ ہمہ وقت ذکر الٰہی میں مشغول رہتے۔ مریدین کو ہمیشہ پیر بھائی کہتے اور سب کو حضور قبلہ عالم امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوریؒ کی جانب منسوب کرتے۔ آپ مادر زاد ولی تھے۔ نام تو ولی محمد تھا لیکن سب سرکار میاں صاحب یا حضور میاں صاحب کہہ کر مخاطب کرتے۔ دنیا سے بے رغبتی اور شرم و حیا کا یہ عالم تھا کہ بچپن سے چادر اوڑھ کر رکھتے۔ یہ عادت اتنی پختہ ہوئی کہ اسکول میں بھی خلاف معمول چادر اوڑھ کر جاتے۔ اساتذہ نے اس امر کی خصوصی اجازت دے رکھی تھی۔ بڑے ہوئے تو رفتہ رفتہ چادر والے پیر کے نام سے مشہور ہو گئے۔

ڈیرہ اڈہ کے قریب حسن پروانہ کالونی میں روزنامہ نوائے وقت ملتان کے پرانے دفتر کے سامنے واقع کوٹھری مکی مدنی کے نام سے مشہور آپ کا آستانہ غربا و مساکین، مظلوموں محتاجوں اور بے سہارا لوگوں کی پناہ گاہ تھی۔ روزانہ بیسیوں لوگ اندرون شہر اور بیرون ملتان سے دور دراز کا سفر کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ صحت روزگار خاندانی جھگڑوں زمین کے تنازعات فوجداری مقدمات اور گوناگوں مشکلات و حاجات بیان کرتے اور دلی مرادیں پاتے۔ سینکڑوں افراد آپ کے در دولت پر حاضر ہوتے اور آپ ہر ایک کو نقدی اور مٹھائی سے سرفراز کر کے واپس لوٹاتے۔ کسی کو بغیر کھانا کھلائے واپس نہ جانے دیتے تھے۔ سماج کے ٹھکرائے ہوئے اہل ثروت کی حقارت اور غربت و افلاس کا شکار اور خود اعتمادی کی دولت سے محروم افراد آپ کی مجلس میں آکر معتبر ہو جاتے

آپ کی رس بھری باتیں اپنائیت کا احساس دلاتیں اور آپ کی محبتوں کے سائبان تلے ہر آنے والا اعتماد کی متاع گمشدہ کو پا کر ایک بار پھر زندگی کرنے کی خو کر لیتا۔ آپ کی گفتگو میں کبھی غرور و تکبر، ریاکاری اور تصنع کا شائبہ تک نہیں ملتا تھا۔ نوابزادہ لیاقت علی خان کے والد نواب رستم علی خان جیسے افراد خانوادے کے ارادت مندوں میں شامل تھے۔ فیلڈ مارشل محمد ایوب خان اور ضیاء الحق سمیت متعدد حکمرانوں نے آپ کے آستانے پر متعدد بار نیاز مندانہ حاضری دی مگر کیا مجال جو کسی دنیوی غرض کے لئے کسی کے سامنے دست سوال دراز کیا ہو۔ سجادہ نشینی کے مروجہ آداب سے بے نیاز آپ نے عمر بھر فقر و استغنا کو اپنا شعار بنائے رکھا۔ انسانوں سے آپ کے تعلقات کی واحد اساس خداوند قدوس کی رضا و خوشنودی تھی۔ لباس، خوراک، عادات و اطوار اور روزمرہ کے معمولات سے سلف صالحین کی یاد تازہ ہوتی تھی۔ ظاہر داری کے تقاضوں سے اس قدر دور کہ باہر سے آنے والا انہیں مریدین کے جھرمٹ میں شناخت کرنے سے قاصر رہتا۔ ماں کا پیار اور باپ کی شفقت سے لبریز ان کے سادہ الفاظ جادو کا سا اثر رکھتے تھے۔ یہی وہ اوصاف تھے جنہوں نے آپ کو اقلیم دل کا بادشاہ بنا دیا تھا۔

علماء و مشائخ سے تعلقات

دیندار لوگوں سے آپ کو خصوصی تعلق خاطر تھا۔ علماء و مشائخ اور حفاظ و قراء حضرات کو انتہائی قدر و منزلت سے دیکھتے۔ علماء کے طبقہ سے تعلق رکھنے والے معمولی سے معمولی فرد کے لئے بھی دیدہ و دل فرش راہ کئے دیتے۔ معاصر علماء و مشائخ سے آپ کا گہرا رابطہ تھا۔ خصوصاً غزالی زماں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمیؒ اور مولانا حامد علی خاںؒ سے محبت و شفقت کے نہایت مضبوط رشتوں میں منسلک تھے۔ دونوں حضرات آپ کے صاحبزادے سید زین العابدین شاہؒ صاحب کے استاد بھی تھے اکثر اوقات مدرسہ انوار العلوم اور مدرسہ خیر المیعاد تشریف لے جاتے۔ اساتذہ کے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالتے اور سینکڑوں طلباء کی موسمی پھلوں، شیرینی اور زر نقد سے خدمت کرتے۔ اکثر اوقات تو پھلوں سے لدی ریہڑی مدرسہ کے اندر لے آتے اور اپنے ہاتھوں سے طلبا و اساتذہ میں پھل تقسیم فرماتے۔ مدارس عربیہ کے اساتذہ اور طلباء بھی آپ سے بے پناہ عقیدت رکھتے تھے۔ انٹر نیشنل اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد کے استاد پروفیسر ڈاکٹر نواز الحسنی اپنے دور طالب علمی کی یادیں تازہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"انوار العلوم میں قیام کے دوران جب ہم مدرسہ کی روٹیوں سے اکتا جاتے اور کوئی اچھی چیز کھانے کو طبیعت چاہتی تو ہم چند ساتھی حضرت چادر والی سرکارؒ کے در دولت پر حاضر ہوتے اور دینی طلباء پر آپ کی بے پناہ شفقتوں کے مزے لوٹتے۔"

آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ جس مدرسہ، مسجد یا گھر میں تشریف لے جاتے خطیب، امام، استاد اور صاحب خانہ کی مالی معاونت فرماتے۔ اگر علماء میں سے کوئی شخص بھی آستانے پر حاضر ہوتا تو اس قدر عزت افزائی فرماتے کہ مہمان اپنی خوش قسمتی پر ناز کرنے لگتا۔ آپ اکثر حسن پروانہ سے ٹانگے میں بیٹھ کر شیخ الاسلام حضرت بہاء الدین زکریا اور حضرت شاہ رکن عالم نوری حضوری کے

مزارات پر حاضری کے لئے قلعہ کہنہ قاسم باغ تشریف لے جاتے۔ چلنے سے پہلے ہی ٹانگے والے سے کہہ دیتے کہ تم معمول کے مطابق آواز لگاتے رہو، سواری بٹھاتے اتارتے رہو اور حساب رکھتے رہو، لیکن کرایہ کسی سے نہیں لینا، ان سب کا کرایہ ہم دیں گے۔

محدث اعظم پاکستان کا لقب سنتے ہی عشاق رسول کے ذہنوں میں شیخ الحدیث مولانا سردار احمد رحمتہ اللہ علیہ کا نام نور بکھیرنے لگتا ہے۔ صالحین سے سنا ہے حدیث پڑھانے کا جو اسلوب ان کا تھا ویسا پھر کہیں نہ سنا نہ دیکھا۔ جنہوں نے ان سے پڑھا وہ خود سند ٹھہرے۔ برصغیر پاک وہند کے مدارس میں ان کے تلامذہ نے حدیث کی روایت کو بارگاہ رسول میں حاضری اور حضوری کی لذت سے اس طرح آمیز کر دیا کہ محبت رسول کے چشمے ابل پڑے۔ مولانا سردار احمد امام العاشقین امام احمد رضا خاں بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کے سلسلہ رشد وہدایت سے تعلق رکھتے تھے۔ روایت حدیث کو اس طرح بیان کرتے جیسے وہ خود بزم رسالت میں موجود ہوں۔ حدیث پڑھاتے ہوئے نشست وبرخاست کا انداز لب ولہجہ صوت وآہنگ چہرے کے رنگ وروپ اور چشم وآبرو کے اشارے مل کر ایک ایسا ماحول پیدا کر دیتے جیسے وہ خود بزم ناز میں حاضر ہے۔ کبھی چشم جنگیں کبھی تبسم زیر لب کبھی شاتمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف شدید نفرت وکراہت کا اظہار تو کبھی آنکھوں سے سیل اشک جاری۔۔۔ متین وشائستہ لہجہ۔۔۔ رخ انور سے جمال یار ہویدا۔ ان کا ذکر خیر سن کر آتش شوق خود بخود بھڑک اٹھتی ہے۔ کاش ہم نے بھی ان کا زمانہ پایا ہوتا۔
افسوس تم کو میر سے صحبت نہیں رہی

حضرت چادر والی سرکار کے محدث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ سے بڑے گہرے مراسم تھے۔ محدث اعظم کے ایک مرید مستری حافظ محمد شریف رضوی بیان کرتے ہیں یہ شائد عبد القادر سلائی مشینوں والے کے گھر کی بات ہے۔ حضرت چادر والی سرکار رح سے پہلی بار میری ملاقات یہیں پر ہوئی تھی۔ بابا فقیر حسین جمالی رحمۃ اللہ علیہ نے میرا تعارف کرایا کہ جی یہ مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہیں۔ بس یہ سنتے ہی سرکار میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر ایک وجد کی سی کیفیت طاری ہو گئی۔ فرمایا:

"ہم نے ان کے ساتھ حج کیا تھا جی۔ مولانا سچے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ آپ بہت بڑے عالم دین تھے جی۔ میں ملتان سے کراچی تک اور اسی طرح واپسی میں کراچی سے ملتان تک ٹرین میں آپ کے ساتھ رہا۔ حرمین شریفین میں بھی اکثر میں آپ کو وضو کرواتا۔ سخت گرمی کا موسم تھا۔ آپ غسل فرماتے تو میں آپ کے جسم کو ملتا۔ آپ مجھے منع کرتے اور فرماتے شاہ جی آپ آل رسول ہیں مجھے حیا آتی ہے۔ میں نے عرض کی "حضور آپ عالم دین ہیں جی اور عالم دین کا رتبہ بہت بلند ہے جی۔"

حضرت چادر والی سرکار رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی بہت تعریف کرتے تھے۔ آپ نے ایام حج کی یادیں تازہ کرتے ہوئے مزید بتایا کہ آپ نجدی امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے تھے بلکہ مکہ مدینہ میں بھی اپنی الگ جماعت کراتے تھے۔ ایک دن کسی نجدی نے آپ کی شکایت کر دی کہ پاکستان سے ایک عالم دین آیا ہے جو مسجد نبوی کے امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا۔ متعلقہ حکام نے آپ کو طلب کر لیا۔ میں بھی آپ کے ساتھ تھا جی۔ میں نے کہا حضور گھبرانا نہیں، میں آپ کے ساتھ ہوں جی، جہاں آپ کا پسینہ گرے گا وہاں میرا خون گرے گا۔ نجدی افسر نے پوچھا کہ آپ ہمارے امام کے پیچھے نماز کیوں نہیں پڑھتے؟ آپ نے کہا، یہ مجھے مسلمان ہی نہیں سمجھتے اور ہمیں مشرک کہتے ہیں۔ نماز تو مسلمان پر فرض ہے۔ جب ہمیں مسلمان ہی نہیں سمجھتے تو پھر اپنے پیچھے نماز پڑھنے کا تقاضا کیوں کرتے ہیں؟ انہوں نے جو سوال جواب کیے آپ نے سارے سوالوں کے سیڑ سیڑ جواب دیے۔ وہ سن کر اکا بکا رہ گئے جی۔ اس کے بعد انہوں نے آپ کو باعزت رخصت کیا۔ آپ جتنے دن رہے اپنی الگ جماعت کراتے رہے۔"

مفتی اشفاق احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ الحدیث مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے اور حضرت چادر والی سرکار سے خاص عقیدت رکھتے تھے۔ حافظ محمد شریف رضوی حضرت چادر والی سرکار کے بارے مفتی اشفاق صاحب کا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"حضرت چادر والی سرکار رحمۃ اللہ علیہ یوم سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سلسلہ میں منعقدہ سالانہ جلسہ میں شرکت کے لیے مرکزی جامع مسجد میں تشریف لانے والے تھے کہ مفتی صاحب نے اپنے تمام اہل خانہ کو جمع کر کے فرمایا:

"ہماری ساری عمر اولیاء کرام اور بزرگان دین کی کرامات اور فضائل بیان کرتے گزر گئی ہے۔ اگر آپ نے کسی زندہ ولی کی زیارت کرنی ہے تو وہ ابھی آپ کے گھر کے سامنے والے دروازہ سے مسجد میں داخل ہوں گے آپ اس دوران ان کی زیارت کر لینا"۔

زہد و تقویٰ

بعض روحانی مصلحتوں کے تحت مصافحہ و معانقہ پر پابندی لگا رکھی تھی۔ وفات سے چند برس پہلے گھر میں بے نمازی کا داخلہ بھی بند کر دیا تھا۔ البتہ ایسے افراد کو گھر سے باہر ہی بنچوں پر لنگر سے کھانا پیش کیا جاتا۔ اپنے پیر و مرشد حضرت امیر ملت پیر سید جماعت شاہ محدث علی پوری رحمتہ اللہ علیہ کی طرح سخی اور مہمان نواز تھے۔ آنے والے سے سلام کے بعد سب سے پہلے کھانا کھانے کا تقاضا کیا جاتا۔ رات ہو یا دن کبھی مہمانوں کو بھوکا اور خالی ہاتھ نہ جانے دیتے۔ کبھی ماحول میں ایک دلآویز صدا گونجتی "ٹکڑا کھا لو جی" اور کبھی آپ خود ہاتھوں میں کھانے کی ٹرے پکڑے بے وقت اور بن بلائے مہمانوں کو کھانا پیش کرتے خوش و خرم دکھائی دیتے۔

ہر آنے والے سے اس کا حال چال پوچھتے۔" اجی کیسے آئے جی؟اور پھر سائل کی بپتا شروع ہو جاتی۔" آپ ہر شخص کی بات غور سے سنتے اللہ کی بارگاہ میں دعا کرتے اور پھر تسلی دیتے ہوئے فرماتے:

"دیکھو جی سب کچھ اللہ کے اختیار میں ہے۔" ہم کون ہیں جی؟ ہر چیز اللہ کے اختیار میں ہے جی۔"

کوئی پانی پر دم کروانے آتا تو ارشاد فرماتے " آپ سب لوگوں سے دم کروالو جی۔ اللہ جانے کس کے دم میں اثر ہو۔" اگر آپ کے علاوہ کوئی موجود نہ ہو تا تو انتظار کرنے کو کہتے یہاں تک کہ کچھ افراد جمع ہو جائیں۔ آپ کی شخصیت خود فراموشی اور اپنی ذات کی نفی کی جیتی جاگتی تصویر تھی۔ شناختی کارڈ اور پاسپورٹ کے لئے تصویر کی ناگزیر پابندی کے علاوہ زندگی بھر تصویر نہیں کھنچوائی اور نا ہی کبھی کسی کو اس امر کی اجازت دی۔

فخر الصلحاء پروفیسر منشاد علی جماعتی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلقات

پروفیسر منشاد علی جماعتی رحمتہ اللہ علیہ جن بزرگان دین کی شخصیت سے بہت زیادہ متاثر تھے ان میں حضرت چادر والی سرکار رحمتہ اللہ علیہ بہت نمایاں ہیں۔ دونوں کے خاندان تقسیم ہند کے وقت ہندوستان کے شہر رہتک اور کرنال سے ہجرت کر کے ملتان میں آباد ہوئے تھے، دونوں کا مرکز دل و نگاہ قبلہ عالم حضرت امیر ملت کی ذات ستودہ صفات تھی اور ملتان میں بھی دونوں کا مسکن اندرون شہر ایک دوسرے کے قریب تھا۔ آپ کے اخلاص وللّٰہیت، تقویٰ و پرہیز گاری، زہد و قناعت، سخاوت و دریادلی، مخلوق خدا سے بے مثال محبت اور امیر ملت رحمتہ اللہ علیہ سے تعلق خاطر کے باعث باباجی کو آپ سے بہت زیادہ عقیدت و محبت تھی۔ سالانہ عرس کی تقریبات میں شرکت کے علاوہ بھی آپ اکثر حضور چادر والی سرکار کے پاس حاضری دیتے۔ حضرت چادر والی سرکار بھی آپ کو بہت عزیز رکھتے اور انتہائی شفقت فرماتے تھے۔ باباجی نے مجھے ایک ملاقات میں ارشاد فرمایا کہ "حضرت سید ولی محمد شاہ صاحب المعروف چادروالی سرکار رحمتہ اللہ علیہ سے اس وقت سے آشنائی ہوئی جب میں 1952ء میں کالج کا طالب علم تھا۔ میں بوہڑ گیٹ ملتان میں ان کے گھر کے قریب ہی رہتا تھا۔ مجھ پر حضرت چادر والی سرکار کے بہت احسانات ہیں۔ میں نے ان جیسا عجز و انکسار کہیں اور نہیں دیکھا۔

مولانا مظہر فرید سبحانی کہتے ہیں: قبلہ عالم حضرت امیر ملت سرکار رحمتہ اللہ علیہ اور امام الفقراء سیدنا چادر والی سرکار رحمتہ اللہ علیہ کے حوالے سے اپنی یادیں بتاتے ہوئے نمدیدہ ہوگئے۔ ایک مرتبہ قبلہ پروفیسر صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو میں نے عرض کیا کہ سیدنا چادر والی سرکار رحمتہ اللہ علیہ کے حوالہ سے کوئی واقعہ ہی سنادیں تو فرمانے لگے کہ "کیا سناؤں جی آپ کے پیر کی تو شان ہی نرالی ہے۔ فقر درویشی ولایت اور سخاوت میں اپنی مثال آپ ہیں۔ 1965ء کی پاک بھارت جنگ کے بعد سیدنا چادر والی سرکار رحمتہ اللہ علیہ میرے پاس سانگلہ ہل تشریف لائے، ان دنوں میں وہاں کالج میں اسلامیات کا لیکچرار تھا۔ حضرت چادر والی سرکار رحمتہ اللہ علیہ نے رات

میرے پاس قیام کا شرف بخشا۔ سر شام اپنی مادری زبان میں فرمانے لگے: "اجی پروفیسر صاحب دو خط لکھنے ہیں اور وہ آپ ہی لکھو گے جی۔" میں نے عرض کیا حضور کیسے خط اور کس کو؟ فرمانے لگے: "اجی ایک انڈونیشیا کے صدر سوئیکار نو کو اور دوسرا اُردن کے بادشاہ شاہ حسین کو جی، دونوں نے اپنے تئیں پاکستان کی اخلاقی سفارتی اور جنگی مدد کی ہے۔ جی شکریہ کے خط لکھیں گے جی۔" میں نے عرض کیا جو حکم جناب کا جی۔ قبلہ پروفیسر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بس جو چادر والی سرکار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے گئے میں لکھتا گیا جی حتی کہ دونوں خطوط میں شکریہ کے ساتھ ایک آیت بطور تحفہ لکھوائی کہ اگر آپ یہ آیت پڑھتے رہیں گے ناگہانی آفت، گولی سے قتل یا حادثاتی موت نہ آئے گی بلکہ طبعی وفات ہی واقع ہو گی۔ جو جو آپ نے فرمایا میں نے لکھا اور اس مقصد کے لیے انتہائی ملائم اعلیٰ معیار کا کاغذ منگوایا پھر یہ تحریر بزبان عربی اس پر لکھی اور خوبصورت ربن سے باندھ کر پیک کروا کے یہ دونوں خطوط منجانب سیدنا چادر والی سرکار رحمۃ اللہ علیہ روانہ کیے۔ یہ واقعہ پروفیسر صاحب سناتے جاتے اور الفاظ لب ولہجہ میں گرج اور وقار بڑھتا جارہا تھا اور مجھ سمیت سامعین کو فرماتے جاتے کہ کہ دیکھو جی اللہ والوں کی ہر طرف نظر ہوتی ہے چاہے روحانی دنیا ہو چاہے ظاہری دنیا ہو"۔

ایک بار پروفیسر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے ایک خط دے کر حضرت چادر والی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ملتان بھیجا۔ انھوں نے پروفیسر صاحب کے خط کی بہت تعظیم کی اسے اپنے سر پر رکھا۔ ہم جب ملتان چادر والی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضری کے لیے جاتے تو ان کا حکم تھا کہ میرے پاس آنے سے پہلے پروفیسر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مل کر آیا کرو۔

سال 1961ء میں جب حضور چادر والی سرکار غوثیہ فریدیہ کالج پیر محل تشریف لائے اور وہاں آپ کے پاس غالباً دو راتیں اور تین دن قیام فرمایا۔ اس وقت اتفاقاً کہروڑ پکا سے مولانا صدیق احمد نقشبندی جماعتی مہتمم مدرسہ اسلامیہ عربیہ غوثیہ کہروڑ پکا بھی آئے ہوئے تھے۔ مولانا صدیق احمد صاحب نے رات کو خواب دیکھا کہ جیسے کوئی جلسہ ہو رہا ہے اور اس میں قبلہ پروفیسر صاحب خطاب کر رہے ہیں اور حضور قبلہ عالم بھی تشریف فرما ہیں۔ جلسے میں بابا جی بیان کرتے کرتے کچھ رک گئے۔ اور حضور قبلہ عالم نے جیسے کچھ اشارہ کر کے بتایا۔ صبح انہوں نے یہ خواب حضور چادر والی سرکار اور پروفیسر صاحب کے سامنے بیان کی تو حضور چادر والی سرکار نے بابا جی سے فرمایا کہ خلافت تو آپ کو وہیں سے ملے گی۔ بابا جی حضور کو حضور فخر ملت نے 11 مئی 1984 کو خلعت خلافت سے نوازا۔

ملتان کے برادر طریقت ڈاکٹر خالد رشید صاحب کہتے ہیں:

"میں قائد اعظم میڈیکل کالج بہاول پور میں جن دنوں زیر تعلیم تھا، میں پروفیسر منشاد علی صاحب کے پاس بھی آیا جایا کرتا تھا۔ آپ کو میرے پیر و مرشد حضرت چادر والی سرکار سے بہت زیادہ عقیدت و محبت تھی۔ ایک مرتبہ مجھے آپ نے تین سو روپے دیئے کہ تم ملتان جا رہے ہو تو حضرت کی خدمت میں میری طرف سے پیش کر دینا۔ جب میں کوٹھی مکی مدنی حسن پروانہ میں آپ کی خدمت میں

سلام کے لیے حاضر ہوا تو ایک صاحب پہلے ہی آپ کے پاس وہاں بیٹھے ہوئے تھے اور دعا کی درخواست کر رہے تھے۔ میں نے دیکھا کہ اس نے جیب سے ایک لفافہ نکالا جس میں سو سو روپے کے نئے نوٹوں کی گڈی تھی۔ وہ لفافہ اس نے بطور نذر حضرت چادر والی سرکار کی خدمت میں پیش کرنا چاہا لیکن آپ نے صاف انکار کر دیا۔ اس شخص نے بہت منت سماجت کی لیکن آپ نہ مانے۔ میں یہ سب منظر دیکھ رہا تھا اور دل میں گھبرا بھی رہا تھا کہ پروفیسر صاحب کا نذرانہ کیسے پیش کروں؟ خیر میں نے ہمت کی اور آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ پروفیسر منشاد علی صاحب نے بہاولپور سے آپ کو سلام کہا ہے اور یہ ہدیہ پیش کیا ہے۔ میری خوشی کی انتہا نہ رہی جب آپ نے وہ نذرانہ قبول کرتے ہوئے ایک سو کا نوٹ مجھے عطا فرمایا، ایک نوٹ خود رکھ لیا اور ایک نوٹ واپس کرتے ہوئے فرمایا کہ پروفیسر صاحب کو میرا سلام دینا اور یہ سو روپے میری طرف سے ان کی خدمت میں پیش کر دینا۔

حضور چادر والی سرکار رحمتہ اللہ علیہ اپنی وفات سے ذرا پہلے 1986ء میں بہاولپور میں محفل میلاد شریف میں شرکت کے لیے تشریف لائے اور پھر حضرت قبلہ کے ساتھ آپ کے گھر بھی تشریف لے گئے۔ اس وقت حضرت صاحب ون یونٹ کالونی کے کوارٹر I/17 میں رہائش پذیر تھے۔ اور حضرت چادر والی سرکار نے ایک رات کا قیام بھی فرمایا تھا۔

وصال مبارک

ملت اسلامیہ کا یہ بطل جلیل 63 برس تک قرآن و سنت کا نور پھیلانے اور مخلوق خدا کی خدمت کرنے کے بعد بالآخر 15 ذی قعد 23 جولائی 1985ء بروز بدھ صبح 8 بجے اپنے خالق حقیقی سے جا ملا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حسن پروانہ کالونی ملتان میں آپ کا مزار اقدس مرجع خلائق ہے۔ مزار سے متصل مدرسہ ارشاد القرآن آپ کی شاندار یادگار ہے۔ آپ کے اکلوتے صاحبزادے حضرت صاحبزادہ سید زین العابدین شاہؒ صاحب کے انتقال کے بعد آپ کے پوتے حضرت سید ولی محمد ثانی صاحب، پیر سید علی حسین شاہ صاحب اور پیر سید نور حسین شاہ صاحب زیب سجادہ اور سخاوت و درویشی میں آپ کے نقش قدم پر ہیں۔ اللہ کریم جملہ صاحبزادگان کے علم و عمل میں برکتیں نازل فرمائے انہیں اپنے حفظ و امان میں رکھے اور دین و ملت کی بے لوث خدمت کرنے کی ہمت و توفیقات عطا فرمائے۔ ہر سال آپ کا عرس مبارک آپ کے جدامجد حضرت خواجہ معصوم علی شاہ بخاریؒ کے عرس کے ساتھ ہی 14,13,12 صفر المظفر کو ملتان میں منعقد ہوتا ہے جس میں ملک بھر سے ہزاروں مریدین و متوسلین شرکت کرتے ہیں۔